امام ابو عبد اللہ حاکمؒ

جناب عبد الرشید عراقی صاحب

امام حاکم کا نام محمد بن عبد اللہ، کنیت ابو عبد اللہ اور حاکم لقب تھا۔ اور عہدۂ قضا پر متمکن ہونے کی وجہ سے حاکم کہلاتے تھے[1] امام صاحب کی ولادت ۳ ربیع الاول ۳۲۱ھ کو نیشاپور میں ہوئی[2] امام حاکم ایک علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد عبد اللہ بن محمد اور ماموں علم و فن کے دلدادہ تھے۔ اس لیے امام صاحب بچپن ہی میں اپنے ان دونوں بزرگوں کی صحبت اور توجہ سے علم و فن کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ چنانچہ امام حاکم نے سب سے پہلے اپنے والد سے تعلیم حاصل کی۔ آپ کے والد کو امام مسلم بن حجاج (م ۲۶۱ھ) کو دیکھنے کا بھی شرف حاصل تھا[3]

ارباب سیر کا بیان ہے کہ امام حاکم نے تقریباً ۲ ہزار علمائے کرام اور محدثین عظام

---

[1] ابوبکر خطیب بغدادی، تاریخ بغداد جلد ۵ ص ۴۷۳۔
احمد بن خلکان، وفیات الاعیان جلد ۳ ص ۳۸۴۔
عبد الرحمٰن بن علی جوزی، جلد ۷ ص ۳۷۴۔
تقی الدین سبکی، طبقات الشافعیہ الکبریٰ جلد ۳ ص ۶۴۔

[2] تقی الدین سبکی، طبقات الشافعیہ الکبریٰ جلد ۳ ص ۶۴۔

[3] شمس الدین ذہبی، تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ ص ۲۴۶۔

سے اکتسابِ فیض کیا۔ اور ایک ہزار کے قریب اساتذہ کرام کا تعلق آپ کے شہر نیشاپور سے تھا۔

علامہ شمس الدین ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے تذکرۃ الحفاظ میں اور علامہ تقی الدین سبکی (م ۷۷۱ھ) نے طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں آپ کے اساتذہ کی فہرست شائع کی ہے۔ جس طرح آپ کے اساتذہ کی فہرست طویل ہے، اسی طرح آپ کے تلامذہ کی فہرست بھی طویل ہے۔ آپ کے اساتذہ میں امام ابوالحسن دارقطنی (م ۳۸۵ھ)، اور آپ کے تلامذہ میں ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (م ۴۵۸ھ) کے نام ملتے ہیں[۱]

امام حاکم نے دوسرے محدثین کرام کی طرح تحصیلِ حدیث کے لیے دوسرے علمی شہروں کا سفر کیا۔ ۲۰ سال کی عمر میں آپ نے دوسرے مراکزِ حدیث کا رُخ کیا۔ اور عراق، بغداد، مکہ، کوفہ، مرو، بخارا، ہمدان اور اصبہان تشریف لے گئے۔ اور ہر جگہ آپ نے اساطینِ علم وفن سے استفادہ کیا۔ کثرتِ رحلت کی وجہ سے مؤرخین نے آپ کو طاف الآفاق اور رحل الکثیر کے الفاظ سے یاد کیا ہے[۲]

علمِ حدیث میں امام حاکم کو غیر معمولی کمال و امتیاز حاصل تھا۔ محدثین کرام اور اربابِ سیر نے آپ کو الحافظ الکبیر اور امام المحدثین وغیرہ کے القاب سے یاد کیا ہے۔ امام صاحب کو حدیث اور علوم حدیث میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ اور اس فن میں ان کا کمال اور مہارت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ ان کے حفظ وضبط، اور ثقاہت وعدالت پر تمام ائمہ فن اور محدثین کا اتفاق ہے[۳]

---

[۱] شمس الدین ذہبی، تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ ص ۲۴۲، تقی الدین سبکی، طبقات الشافعیہ الکبریٰ جلد ۳ ص ۶۵۔

[۲] ابوبکر خطیب بغدادی، تاریخ بغداد جلد ۵ ص ۴۷۳۔

[۳] شمس الدین ذہبی، تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ ص ۲۴۲، ۲۴۳، احمد بن خلکان، وفیات الاعیان جلد ۲ ص ۲۸۴۔

امام حاکم زہد و اتقاء اور دیانت و امانت میں ممتاز تھے۔ علامہ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ:

"حاکم متدین، امین، صاحب حزم و ورع اور اللہ کی جانب مائل و متوجہ رہتے تھے" [1]

علامہ ابن سبکی (م ۷۷۱ھ) لکھتے ہیں کہ:

"امام حاکم کی عظمتِ شان، جلالتِ قدر، اور امامتِ فن پر سب کا اتفاق ہے۔ وہ ان ائمہ اعلام میں سے تھے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے دینِ مبین کی حفاظت کا کام لیا ہے۔ لوگ دور دراز سے ان کی خدمت میں آکر اپنی علمی تشنگی بجھاتے تھے۔ وہ جس بزم میں پہنچ جاتے اس کی رونق بڑھ جاتی۔ لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے اور شایانِ شان استقبال کرتے۔ اکابر محدثین و نامور ائمۂ فن کے مجمع میں بھی تشریف لے جاتے، تو لوگوں کو اپنے علمی تبحر اور خوش کلامی سے متاثر کر دیتے تھے" [2]

امام ابو عبد اللہ حاکم نے ۸۴ سال کی عمر میں ۳ صفر ۴۰۵ھ نیشاپور میں انتقال کیا۔ [3]

تصنیفات امام حاکم صاحبِ تصانیفِ کثیرہ تھے۔ اور ان کی تمام تصانیف کمیت و کیفیت دونوں حیثیتوں سے بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ اربابِ سیر کا اس پہ اتفاق ہے کہ امام صاحب کی تصانیف کا مرتبہ بہت بلند تھا۔

علامہ ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) لکھتے ہیں کہ:

"حاکم نے علومِ حدیث میں بے نظیر تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں" [4]

---

[1] ابن کثیرؒ البدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۲۵۵۔
[2] تقی الدین سبکی۔ الطبقات الشافعیہ الکبریٰ جلد ۳ ص ۶۵۔
[3] شمس الدین ذہبی، تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ ص ۲۴۶۔
[4] احمد بن خلکان، وفیات الاعیان جلد ۲ ص ۲۸۵۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں:

"حاکم را در فنِ تصنیف و ترتیب دخل تمام بود"۔[1]

امام صاحب کی جن کتابوں کے نام معلوم ہو سکے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ الاربعین ۲۔ الامالی ۳۔ امالی العشیات ۴۔ تراجم الشیوخ ۵۔ تراجم المسند علی شرط الصحیحین ۶۔ التلخیص ۷۔ فضائل الامام الشافعی ۸۔ فضائل العشرہ المبشرہ ۹۔ فضائل فاطمہ ۱۰۔ فوائد الخراسانین۔ ۱۱۔ فوائد الشیوخ ۱۲۔ فوائد العراقیین۔ ۱۳۔ ما تفرد باخراجہ کل واحد من الامامین ۱۴۔ کتاب المبتداء من اللآلی ۱۵۔ مناقب الصدیق ۱۶۔ کتاب العلل ۱۷۔ تفسیر القرآن (اس کے بارے میں امام سیوطی (م ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں کہ اس تفسیر میں صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے آثار سنداً بیان کئے گئے ہیں[2]۔ ۱۸۔ تخریج الصحیحین یا المدخل الی معرفۃ الصحیحین۔ ۱۹۔ مزکی الاخبار ۲۰۔ کتاب الاکلیل ۲۱۔ المدخل الی علم الحدیث۔ ۲۲۔ تاریخ نیشاپور (یہ بڑی ضخیم کتاب ہے۔ اس میں امام ابوبکر خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) کی تاریخِ بغداد کی طرح علمائے کرام اور مشاہیرِ فن کے تراجم درج ہیں۔ حاجی خلیفہ بن مصطفےٰ صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ امام سبکی (م ۷۷۱ھ) نے اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"حاکم کے اس عظیم الشان کارنامہ کے سامنے نامور محدثین کرام کو سرنگوں ہو جانا پڑا۔ جو اس کا بغور مطالعہ کرے گا اس کو اُن کے گوناگوں کمالات اور مختلف علوم میں جامعیت کا اندازہ ہو جائے گا"[3]

علامہ شمس الدین ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے اس کا مختصر تاریخِ حاکم کے نام سے لکھا[4]۔

---

[1] شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، بستان المحدثین ص ۱۴

[2] جلال الدین سیوطی، الاتقان جلد ۲ ص ۱۹۰۔

[3] حاجی خلیفہ بن مصطفےٰ، کشف الظنون جلد ۱ ص ۴۴۵۔ [4] ایضاً ص ۲۴۳۔

۲۳۔ معرفۃ علوم الحدیث ۔ امام حاکم کی یہ کتاب علومِ حدیث پر ایک یادگار تصنیف ہے ۔ امام حاکم اس کے مقدمہ میں اس کی وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"میں نے دیکھا کہ بدعتوں کی کثرت ہو رہی ہے اور سنن سے عدم واقفیت کا سلسلہ چل نکلا ہے ۔ اور احادیث کے ضبط و تحریر کی طرف بھی توجہ نہیں کی جا رہی ۔ اس لیے میں نے سوچا کہ ایسی کتاب ترتیب دے دوں جس میں مندرجہ بالا امور پر سیر حاصل بحث کروں ۔ چنانچہ میں نے معرفۃ علوم الحدیث کتاب ترتیب دی[1]"

امام حاکم سے پہلے اس موضوع پر علومِ حدیث پر جو کتاب لکھی گئی وہ علامہ ابو محمد حسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد الرامہرمزی (م ۳۶۰ھ) کی، کتاب المحدث الفاصل بین الراوی و الواعی ہے ۔ لیکن اس میں مکمل استیعاب و استقصاء نہیں کیا گیا تھا[2]۔ امام حاکم کے بعد علامہ ابوبکر خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) نے کتاب الکفایہ اور حافظ ابن صلاح (م ۶۴۳ھ) نے مقدمہ ابن صلاح نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ۔ اور یہ دونوں کتابیں معلومات کے لحاظ سے بہت اہم اور مفید ہیں، لیکن امام حاکم کا شرف و تقدم مسلّم ہے ۔

علامہ ابن خلدون م ۸۰۸ھ) لکھتے ہیں :

"علومِ حدیث پر متعدد لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں، لیکن جو مرتبہ و مقام ابوعبداللہ حاکم کی معرفۃ علوم حدیث کا ہے، وہ کسی اور کا نہیں[3]"

صاحبِ کشف الظنون حاجی خلیفہ بن مصطفےٰ (م ۱۰۶۷ھ) لکھتے ہیں :

"حاکم کے بعد علامہ ابن صلاح نے علوم الحدیث کے نام سے بڑی اہم اور قابلِ ذکر کتاب لکھی ۔ جو مقدمہ ابن صلاح کے نام سے معروف و مشہور ہے ۔

---

[1] ابوعبداللہ حاکم، مقدمہ معرفۃ علوم الحدیث ص ۱، ۲ ۔

[2] جلال الدین سیوطی، تدریب الراوی ص ۹ ۔ ابن حجر عسقلانی، نخبۃ الفکر، ص ۳

[3] ابن خلدون ۔ مقدمہ ابن خلدون ص ۴۸۵ ۔

اِس میں انہوں نے بعض انواع کا مفید اضافہ کیا ہے۔ لیکن حاکم کی حیثیت متقدم ومتبوع کی ہے۔ اور ابن صلاح ان کے تابع ہیں۔ انہوں نے اکثر چیزیں حاکم کے حوالے سے لکھی ہیں[1]

معرفۃ علوم الحدیث میں امام حاکم نے حدیث کے اسناد ومتون وغیرہ گوناگوں انواع اقسام اور راویوں کے مختلف درجات وطبقات اُن کے مراتب اور اُصولِ حدیث کے مہمات مسائل پر سیر حاصل عمدہ بحثیں کی ہیں۔ ہر مبحث کی تعریف، اہمیت، نوعیت اور ضرورت کو مثالوں سے واضح کیا ہے۔ اس سلسلے میں متقدمین کے کاموں کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ ہر بحث سے پہلے احادیث وآثار کو سنداً بیان کیا ہے۔

معرفۃ علوم الحدیث ۱۹۳۵ء میں مصر سے دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن کے اہتمام سے ڈھاکہ یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات وعربی کے سابق صدر ڈاکٹر سید معظم حسین نے ایڈٹ کر کے شائع کرائی۔ شروع میں ڈاکٹر معظم حسین نے ایک جامع ومبسوط مقدمہ رقم فرمایا ہے۔ جس میں امام حاکم کے حالات، علم حدیث پر ان کے کارنامے اور اُصول حدیث پر امہات الکتب کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے[2]

۲۴۔ مستدرک حاکم۔ محدثین کی اصطلاح میں حدیث کی وہ کتابیں مستدرک کہلاتی ہیں جن میں ان حدیثوں کو نقل کیا جاتا ہے۔ جو حدیث کی کسی اور کتاب کی شرط کے مطابق ہونے کے باوجود اس میں درج ہونے سے رہ گئی ہوں[3]

امام حاکم کی کتاب کا نام مستدرک علی الصحیحین ہے۔ اور اس میں ان احادیث کو شامل کیا گیا ہے جو امام صاحب کے خیال میں صحیحین کے معیار وشرائط کے مطابق ہونے کے باوجود ان میں شامل نہیں کی گئی ہیں۔

---

[1] حاجی خلیفہ بن مصطفےٰ، کشف الظنون جلد ۲ ص ۱۲۹۔

[2] سید معظم حسین، مقدمہ معرفۃ علوم الحدیث۔

[3] عبدالرحمٰن مبارک پوری، مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۳۷۔

مستدرک حاکم کا شمار حدیث کی اہم اور مشہور کتابوں میں ہوتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۲۹ھ) نے اس کو حدیث کے تیسرے طبقہ میں شمار کیا ہے[۱]۔ حدیث کے تیسرے طبقہ میں امام دارمی (م ۲۲۵ھ) کی مسند دارمی، امام دارقطنی (م ۳۸۵ھ) کی سنن دارقطنی، امام ابوداؤد طیالسی (م ۲۰۴ھ) کی مسند ابی داؤد طیالسی، امام ابوبکر بن ابی شیبہ (م ۲۳۵ھ) کی مصنف جیسی بلند پایا کتابیں شامل ہیں۔ بعض محدثین کرام نے مستدرک حاکم کا مرتبہ امام ابن حبان (م ۳۵۴ھ) کی صحیح ابن حبان کے قریب قریب بتایا ہے[۲]۔ حافظ ابن صلاح (م ۶۴۳ھ) اور امام نووی (م ۶۷۶ھ) صحاح ستہ کے بعد حدیث کی جن اہم کتابوں کو زیادہ قابلِ اعتماد اور پُراز منفعت قرار دیا ہے، ان میں امام دارقطنی (م ۳۸۵ھ) کی سنن کے بعد مستدرک حاکم کا نام لیا جاتا ہے[۳]۔

امام حاکم نے مستدرک کی ترتیب، تبویب میں بڑی محنت کی ہے۔ امام صاحب لکھتے ہیں:

"جہاں تک تلاش و اجتہاد نے میری رسائی کی ہے، میں نے خلفائے اربعہ کے فضائل سے متعلق وہ تمام احادیث جمع کر دی ہیں جو صحیح سندوں سے مروی ہیں اور جن کو شیخین (بخاری و مسلم) نے ترک کر دیا ہے۔ پھر میں نے کتاب کے نظم و ترتیب کے لحاظ سے یہ مناسب سمجھا کہ ان بزرگوں کے مناقب کے بعد دیگر صحابہؓ کے فضائل و فیات کو ترتیب سے جمع کروں"[۵]

فضائل صحابہ میں امام صاحب نے صرف صحابہ کرام کے مناقب و فضائل بیان کرنے

۱۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، عجالہ نافعہ مع فوائد جامعہ ص ۶۔

۲۔ عبدالرحمٰن مبارک پوری، مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۷۸۔

۳۔ حافظ ابن صلاح، مقدمہ ابن صلاح ص ۱۹۲۔

جلال الدین سیوطی تدریب الراوی ص ۳۰، ۳۱، ۲۶۰۔

۵۔ ابوعبداللہ حاکم، مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۱۸۰۔

پر اکتفا نہیں کیا ہے۔ بلکہ اُن کے سنین اور مختصر حالات بھی تحریر کئے ہیں۔[۱]

مستدرک حاکم کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اِس میں بعض احادیث کے مراجع و مصادر کی نشاندہی بھی کی ہے۔ اس سلسلہ میں امام محمد بن اسمٰعیل بخاری (م ۲۵۶ھ) کی الجامع الصحیح البخاری، امام مسلم بن حجاج (م ۲۶۱ھ) کی الصحیح المسلم، امام ابوداؤد (م ۲۷۵ھ) کی سنن ابی داؤد، امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی (م ۳۰۳ھ) کی سنن نسائی، امام مالک بن انس (م ۱۷۹ھ) کی موطا امام مالک اور امام محمد بن ادریس شافعی (م ۲۰۴ھ) کی المبسوط کا ذکر کیا ہے۔

مستدرک حاکم کی تلخیص حافظ ذہبی (م ۷۴۸ھ) اور علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ) نے کی ہے۔[۲]

مستدرک حاکم دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن نے چار جلدوں میں تصحیح و تحشیہ کے بعد شائع کی ہے۔ اس کی پہلی جلد ۱۳۳۴ھ میں، دوسری جلد ۱۳۴۰ھ میں، تیسری جلد ۱۳۴۱ھ میں اور چوتھی جلد ۱۳۴۲ھ میں شائع ہوئی۔[۳]

مستدرک حاکم سے متعلق مولانا ابوالجلال ندوی سابق رکن دارالمصنفین اعظم گڑھ نے ایک مبسوط علمی و تحقیقی مقالہ لکھا تھا۔[۴] اور اس مقالہ کے جواب میں دائرہ المعارف کے رکن مولانا محمد ہاشم ندوی نے بھی ایک علمی مقالہ لکھا تھا۔[۵]

---

[۱] ابوعبداللہ حاکم، مستدرک حاکم جلد ۱ ص ۳۲۔
[۲] ضیاء الدین اصلاحی، تذکرۃ المحدثین جلد ۲ ص ۱۵۴، ۱۵۷۔
[۳] ایضاً ص ۱۵۸۔
[۴] معارف اعظم گڑھ، جولائی و اگست ۱۹۲۲ء۔
[۵] معارف اعظم گڑھ، نومبر و دسمبر ۱۹۲۲ء۔